بدیع الزماں سعید نورسی کے قرآنی استدلالات

Qur'anic Interpretations of Bediuzzaman Said Nursi

* Dr. Zakra Perveen

** Dr. Shoaib Arif

***Riasat Ali

Abstract

Said Nursi learned the Holy Qur'an and its lessons deeply which invites the learner to research in the natural phenomena. He believed that Qur'an describes not only the principles for rise of a nation but also its economic and technological development. He claimed the fall of Ummah is the drawback of denying the guidelines of Qur'an for a successful nation. On the basis of Qur'anic interpretations, he quoted eight major causes of turmoil for Muslim world and gave their explanations. The heart of this movement was to realize people for unity of Muslim world, consultation and to follow the divine instructions to get rid of problems of Muslims.

Keywords: Qur'anic Interpretations, Bediuzzaman Said Nursi

تمہید

استاد بدیع الزماں نورسی (۱۸۷۳ء-۱۹۶۰ء) اپنے مسلسل اثر ونفوذ سے مسلم دنیا کے ایک اہم مفکر، مصنف اور مفسر قرآن ہیں۔ انہوں نے موثر ترین اور عمیق ترین طریقے سے اسلام کی عقلی، اخلاقی اور روحانی قوتوں کی نمائندگی کی جو اس کی چودہ صدیوں کی تاریخ کے دوران مختلف درجوں میں نمایاں ہے۔ استاد نورسی نے ایسے عہد میں زندگی بسر کی جب مادہ پرستی اپنے عروج پر تھی اور بہت سے مفکرین کے ذہنوں پر کمیونزم کا خبط سوار تھا اور دنیا ایک بڑے بحران میں مبتلا تھی۔ اس وقت جب کہ

* PhD Islamic Studies, G.C. University, Faisalabad

** Lecturer in Islamic studies, University of Gujrat, Gujrat

*** PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat

سائنس اور فلسفہ نوجوان نسلوں کو دہریت کی طرف گمراہ کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے تھے اور دینی عقائد سے منحرف کرنے والے رویے ایک وسیع دلکشی رکھتے تھے، اس وقت جب یہ سب کچھ تہذیب، جدیدیت اور معاصر فکر کے نام پر کیا جاتا تھا اور ان لوگوں کو جو اس کی مزاحمت کرنے کی کوشش کرتے تھے ظالم ترین ایذارسانی کا ہدف بنایا جاتا تھا، استاد نورسی نے جدید اور روایتی اداروں میں جو تعلیم اور روحانی تربیت دی جاتی ہے، اسے ان کے ذہنوں اور روحوں میں پھونک کر پوری قوم کی مجموعی طور پر دوبارہ احیاء کی جدوجہد کی۔ انہوں نے سائنس اور فلسفہ کے پروردہ مادہ پرستانہ اور کافرانہ فکری رُجحانات کے خلاف جدوجہد کی اور اسلام کی صداقتوں کو فہم کی ہر سطح کے جدید ذہنوں اور روحوں کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی۔ تقریباً چھ ہزار صفحات پر مشتمل اُن کی تفسیر قرآن جو "رسائل نور" کے نام سے معروف ہے اور قرآن مجید کی جدید تفسیر ہے۔ یہ تفسیر زیادہ تر اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید، قیامت، نبوت، الہامی کتابوں خاص طور پر قرآن مجید، ہستی کی غیر مرئی سلطنتوں، الہامی منزل مقصود اور بنی نوع انسان کے آزاد ارادے، عبادات، انسانی زندگی میں انصاف اور تخلیق کے درمیان بنی نوع انسان کے مقام اور فرض پر مرکوز رکھتی ہے۔ لوگوں کے ذہنوں اور دلوں سے جمع شدہ جھوٹے اعتقادات اور نظریات کی تلچھٹ دور کرنے اور انہیں شعوری و روحانی طور پر پاک کرنے کے لیے استاد نورسی مدلل اور زوردار طریقے سے لکھتے ہیں۔ اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے بہت جاندار اور ناصحانہ انداز میں قرآن مجید سے استدلال کرتے ہیں۔ ان قرآنی استدلالات کے ذریعے وہ اپنے خیالات اور افکار کو انسانی ذہنوں میں انڈیلنے کے لیے احساسات سے اپیل کرتے ہیں تاکہ وہ ان میں ایقان و وثوق بیدار کرسکیں۔ انہوں نے قیامِ بطلس کے زمانے ہی میں قرآن کریم کے حفظ کے ساتھ ساتھ اس میں غور و فکر اور تدبر شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے قرآن یاد کرنے کی رفتار دھیمی رکھی، وہ حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ قرآنی صداقتوں کو بھی ازبر کرنا چاہتے تھے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ آج انسانیت الحاد و بغاوت کی طغانیوں کا سامنا کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ چکی ہے کہ مذہب کی ضرورت قطعی اور حتمی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن بار بار عقل و تدبر سے کام لینے، بحث و تحقیق کی فضا قائم کرنے اور تفکر و تدبر کو مشعل راہ بنانے پر زور دیتا ہے تاکہ انسان حقیقت تک رسائی حاصل کرسکے۔ مثال کے طور پر ذیل کی آیات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں: {فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ}[1] "خوب جان رکھو کہ اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔" {فَاعْلَمْ اِنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَائَ هُمْ}[2] "سمجھ لو کہ یہ دراصل اپنی خواہشات کے پیرو ہیں۔" {اَفَلاَ يَعْقِلُوْنَ}[3] "کیا یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔" {اَفَلاَ يَنْظُرُوْنَ}[4] "کیا یہ دیکھتے نہیں؟۔" {اَفَلاَ يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ}[5] "کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟۔" {فَاعْتَبِرُوْا يٰاُوْلِى الْاَبْصَارِ}[6] "پس عبرت حاصل کرو اے دیدۂ بینا رکھنے والو!۔"

مذکورہ آیات عقل انسانی سے خطاب کرتی ہیں اور بار بار پوچھتی ہیں: تم نے علم کا راستہ چھوڑ کر جہالت کا طریقہ کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ تم نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر حق سے اعراض کیوں کیا ہے؟ کس چیز نے تمہیں دیوانگی اور جنون میں مبتلا کر دیا ہے جب کہ تم صاحب عقل ہو؟ کس چیز نے تمہیں واقعات زندگی پر غور و تدبر کرنے سے منع کر دیا ہے کہ تم عبرت حاصل نہیں کرتے اور صراطِ مستقیم پر نہیں چلتے؟ تم تفکر کیوں نہیں کرتے اور اپنی عقلوں کو حکم کیوں نہیں بناتے کہ گمراہی سے بچ

سکو؟ قرآن ہمیں آواز دے رہا ہے کہ اے لوگو! بیدار ہو جاؤ اور عبرت حاصل کرو۔ ماضی کی اقوام سے نصیحت پکڑو اور معنوی آفات اور دنیوی مصائب سے نجات پانے کے لیے جدوجہد کرو۔[7]

سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت کی وضاحت کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں: "لفظ "الحمد للہ" کا قرآن کریم کی چار سورتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔[8] اور ان چاروں مقامات پر ابدی نعمتوں کا ذکر ہے:

۱- نشأۃ اولیٰ-پہلی پیدائش

۲- پہلی پیدائش کا بقاء

۳- نشأۃ ثانیہ-دوسری پیدائش

۴- دوسری پیدائش کا بقا

ابو اسحاق اسفرائینی کہتے ہیں: سورۃ الانعام میں تمام قواعد توحید کا بیان ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر محدود ہیں۔ مگر اجمالاً چار میں منحصر ہیں۔ پہلی دفعہ ایجاد کرنا اور باقی رکھنا اور دوسری دفعہ ایجاد کرنا اور باقی رکھنا اور سورۃ فاتحہ میں تمام نعمتوں کی طرف اشارہ کیا گیا اس لیے اس کی ابتداء حمد سے کی گئی اس لیے کہ یہ سورت قرآن کریم میں ذکر کی گئی نعمتوں کا دیباچہ ہے۔ پھر "الانعام" میں ایجاد اوّل کی طف "کہف" میں ابقاء اوّل کی طرف "سبا" میں ایجاد ثانی کی طرف اور "فاطر" میں ابقاء ثانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس لیے ان پانچوں سورتوں کی ابتداء حمد سے کی گئی۔)[9]

سورۃ فاتحہ کو قرآن کریم کی پہلی سورت بنانے کی وجہ

سورۃ فاتحہ کو قرآن کی پہلی سورت بنانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "سورۃ فاتحہ کو پہلی سورت اس لیے بنایا کہ یہ علتِ غائیہ کی طرح ہے اور علت غائیہ[10] ذہن میں مقدم ہوتی ہے اور علت غائیہ اس طرح ہے کہ حمد عبادت کی اجمالی صورت ہے اور عبادت مقصدِ تخلیق ہے، اسی طرح حمد معرفت کی اجمالی صورت ہے اور معرفت کائنات کی حکمت و غایت ہے تو سورۃ الحمد کو اس لیے پہلے لائے کہ علت غائیہ کا تصور حاصل ہو سکے ارشاد خداوندی ہے: {وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْس اِلاَّ لَيَعْبُدُوْن}[11] اور میں نے جن وانس کو فقط اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ پھر حمد کا معنی بیان کرتے ہوئے مزید رقمطراز ہیں:

> "حمد کا مشہور معنی صفات کمالیہ کا اظہار ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو ایسی کتاب بنایا ہے جو کائنات کی جامع ہے اور کتاب عالم کی فہرست ہے جو اٹھارہ ہزار جہانوں پر مشتمل ہے جو ہر انسان میں ہر جہاں کا نمونہ رکھ دیا گیا ہے۔ ہر نمونہ میں اسمائے باری تعالیٰ میں سے ایک نام جلوہ نمائی کر رہا ہے۔ پھر جب انسان ہر نعمت ہو اس کے مقصدِ تخلیق کی طرف پھیرتا ہے تاکہ شکر عرفی کو ادا کرنے (جو حمد کے تحت داخل ہے) اور شریعت کی فرماں برداری جو طبیعت کے زنگ کو دور کرتی ہے تو ہر نمونہ اپنے جہان کے لیے چراغ دان اور آئینہ بن جاتا ہے۔ اور اسی طرح اس صفت کے لیے بھی جو اس میں جلوہ گر ہے اور اس نام کے لیے بھی جو اس سے ظاہر ہے لہٰذا انسان اپنے روح اور جسم کے ساتھ عالم غیب وشہادۃ کا خلاصہ ہے اور پھر وہ چیز جو عالم غیب وشہادت میں جلوہ نما ہے۔

لہٰذا حمد کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کی کامل صفات کا مظہر بن جاتا ہے اس پر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا درج ذیل قول دلالت کرتا ہے جو انہوں نے حدیث: فخلقت الخلق ليكون مرآة اشاهد فيها جمالی۔[12] "پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ وہ آئینہ بنے اور میں اس میں اپنے جمال کا مشاہدہ کروں۔" کی تشریح میں لکھا ہے۔ "[13] (صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بہت دلنشیں انداز میں ہر ہر لفظ کی معنی بیان کرتے ہوئے تناسب و نظم آیات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ قاری دوران مطالعہ خوب استفادہ کرتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"قرآنی موتیوں کو ایک لڑی میں نہیں پرویا گیا بلکہ بہت سی لڑیاں ہیں قرب و بعد اور ظہور و خفا کے اعتبار سے۔ مختلف نسبتوں کے خطوط کو پرونے سے نقوش بنتے ہیں اس لیے کہ اعجاز کی بنیاد ایجاز کے بعد یہ نقوش ہی ہیں۔ مثلاً ''صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' الحمد للہ کے مناسب ہے، اس لیے کہ نعمت حمد کا قرینہ ہے اور "ربّ العالمین" کے مناسب ہے اس لیے کہ تربیت کا کمال پے درپے نعمتوں کے حاصل ہونے سے ہوتا ہے اور "الرحمن الرحیم" کے مناسب ہے۔ اس لیے کہ جن پر انعام کیا گیا یعنی انبیاء، شہداء اور صالحین عالمین کے لیے رحمت ہیں اور رحمت کی مثال پر ہیں اور "مالک یوم الدین" کے بھی مناسب ہے۔ اس لیے کہ دین نعمت کاملہ ہے اور "نعبد" کے مناسب ہے اس لیے کہ وہ ہی عبادت میں امام ہیں اور "نستعین" کے موافق ہے اس لیے کہ وہی توفیق دیئے گئے ہیں اور "اھدنا" کے مناسب ہے اس لیے کہ یہی انعام یافتہ ہدایت کا نمونہ ہیں، اسی راز کی طرف قرآن حکیم نے اشارہ کیا ہے: فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِه[14] اور "الصراط المستقیم" کے مناسب ہے اس لیے کہ صراطِ مستقیم انہیں کے راستوں پر منحصر ہے یہ ایک مثال ہے اس پر قیاس کرلیں۔

لفظ "الصراط" میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کا راستہ وہ ہے جس پر چلا جاتا ہے اور وہ محدود ہے جو اس پر چلا وہ اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ "الّذین" اسم موصول ہے اور موصول کی شان یہ ہے کہ معہود ہوتا ہے اور سامع کی نگاہ کو گاڑ دیتا ہے مرکوز کر دیتا ہے۔ اس لفظ سے ان انعام یافتہ لوگوں کی سربلندی اور بشری ظلمات میں ان کے چمکنے کی طرف اشارہ ہے گویا کہ وہ معہود ہیں اور ہر سامع کی آنکھ انہیں پر مرکوز ہے۔ اگرچہ وہ غور و فکر اور جستجو نہ کرے۔ اور "الّذین" کو جمع لانے میں ان کی اتباع کے امکان کی طرف اشارہ ہے اور ان کے راستے کے حق میں ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں اتباع کا تواتر حاصل ہوگا اس لیے کہ يد الله على الجماعة۔[15] "اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔"، "انعمت" کے صیغہ میں طلب نعمت کے وسیلہ کی طرف اشارہ ہے اور اس نسبت میں سفارش ہے گویا کہ کہا گیا: "الٰہی! انعام کرنا تیری شان ہے اور تونے اپنے فضل سے انعام کیا پس مجھ پر بھی انعام کر! اگرچہ میں حق دار نہیں۔ "لفظ "علیہم" میں رسالت کی سختی اور تکلیف کا بوجھ اُٹھانے کی طرف اشارہ ہے اور اشارہ ہے کہ وہ انعام یافتہ لوگ بلند پہاڑوں کی طرح ہیں جو شدید بارشوں کا سامنا کرتے ہیں اور پھر انہی صحرائوں میں بہا دیتے ہیں۔ اور "الّذین انعمت علیهم" کے اجمال کی تفسیر یہ آیت ہے: {فَاُوْلٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ}[16] اس لیے کہ قرآن کی بعض آیات دوسری آیات کی تفسیر کرتی

ہیں: اگر تو کہے گا کہ مذاہب انبیاء مختلف ہیں اور ان کی عبادات کے طریقوں میں بھی فرق ہے۔ تو میں کہوں گا کہ: پیروی عقائد واحکام کے اُصول میں ہے اور وہ ہمیشہ ایک جیسے رہے ہیں۔"[17]

استاد بدیع الزماں تفسیر القرآن بالقرآن پر بھی اکثر مقامات پر عامل نظر آتے ہیں اور بعض اوقات دیگر آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، اقوال وآثار صحابہ، اقوال ائمہ ءمتقدمین ومتاخرین اور اشعار سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔ سورۃ البقرۃ کے آغاز میں رقم طراز ہیں: { ذٰلِکَ الْکِتَابُ لاَ رَیْبَ فِیْہِ هُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ }[18] جان لیجئے کہ یہ بلاغت کی اساس جس سے کلام کا حسن چمک اُٹھتا ہے وہ یہ ہے کہ اس ہیئت میں تناسب ہو اور تمام قیود ذہن کو مقصدِ اصلی کی طرف لوٹا دیں اور (کلام کا ہر جزو) مقصد اصلی کے لیے معاون ہو۔ جس طرح وادیوں کا مجمع یا وہ حوض جو تمام اطراف سے پانی کھینچتا ہے بایں طور کہ وہ اس شعر کا مصداق بن جائے:

عِبَارَاتُنَا شَتّٰی وَ حُسْنُکَ وَاحِدٌ
وَ کُلٌّ إِلٰی ذٰلِکَ الْجَمَالِ یُشِیْرُ[19]

"ہماری تعبیریں مختلف ہیں مگر تیرا حسن ایک ہی ہے اور تمام تعبیروں کا اشارہ اسی حسن کی طرف ہے۔"

مثلاً آیت {وَلَئِن مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّکَ}[20] میں غور کیجئے یہ ڈرانے کے لیے چلائی گئی یہ ڈر تقلیل سے سمجھ آ رہا ہے۔ اب تقلیل کے لیے تشکیک معاون ہے جو "اِنْ" سے سمجھ آ رہی ہے۔ اور "اَصَابَتْ" کی جگہ "مَسَّتْ" ذکر کرنے میں بھی قلت اور بوئے عذاب کی طرف اشارہ ہے اور "نَفْحۃ" کے مادہ، صیغہ اور تنوین میں جو یک بارگی اور تحقیر سمجھ آ رہی ہے وہ بھی قلت کی اشارہ کر رہی ہے اور "مِن" کی بعضیت بھی قلت کی طرف مشیر ہے اور "نکال" کی جگہ "عذاب" کا استعمال بھی قلت کے لیے ہے۔ اور لفظ "ربّ" سے جو شفقت سمجھ آ رہی ہے وہ بھی قلت کی طرف مشیر ہے۔ اس پر باقی قیاس کر لیجئے یہ سب چیزیں ایک خاص مقصد کی طرف کھینچ رہی ہیں اس طرح کی باقی آیات کو اور بالخصوص {الٓمّٓ o ذٰلِکَ الْکِتَابُ لاَ رَیْبَ فِیْہِ} کو اسی پر قیاس کر لیجئے اس لیے کہ یہ آیت قرآن کریم کی مدح اور کمال کو ثابت کرتی ہے۔ اس آیت میں تمام چیزوں کو اسی مقصد (قرآن کی مدح اور کمال) لایا گیا ہے۔ جیسے "الٓمّٓ" کے ساتھ قسم اُٹھانا ایک توجیہہ کے مطابق (مدح قرآن کے لیے ہے)"[21] استاد نورسی نے رسائل نور میں اپنے موٴقف کی وضاحت کے لیے بہت سے نکات ترتیب وار بیان کرتے ہیں انہوں نے اپنے مشہور خطبہ شامیہ میں آفتابِ اسلام پر گہن لگنے کے درج ذیل آٹھ اسباب شمار کرائے ہیں:

۱- اغیار کی اسلام سے ناواقفیت

۲- تہذیب وتمدن سے اُن کی دوری وناآشنائی

۳- اپنے مذہب کے تئیں اغیار کا تعصب، یہ تینوں اسباب استاد نورسی کے تجزیہ کے مطابق علمی ترقی اور تمدن کے محاسن رونما ہونے سے ختم ہو چکے ہیں۔

۴- راہبوں اور پادریوں کی چودھراہٹ اور روحانی لیڈروں کا عوام کے ذہن وفکر پر حاوی رہنا۔

۵- اُن راہبوں، پادریوں اور روحانی رہنمائوں کی اندھی پیروی اور تقلید۔

حریت فکر کی تحریک عام ہونے کے بعد اور نوع انسانی میں حقائق کو اختیار کرنے کا رُجحان پیدا ہونے کے بعد چوتھی اور پانچویں رکاوٹ بھی مائل بہ زوال ہے اور جلد ہی اس قسم کی سیادت کا خاتمہ ہونے والا ہے۔

٦-ہمارے اندر آمریت اور استبداد کی روح جاگ رہی ہے۔

٧-شریعتِ اسلامی کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے ہمارے اندر بدترین اخلاق اور مذموم صفات پیدا ہو گئی ہیں۔ یہ دونوں رکاوٹیں آسانی سے دور نہ ہوں گی، انفرادی استبداد اس وقت ختم ہو سکتا ہے جب اجتماعی استبداد کا دروازہ بند ہو جائے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ انفرادی استبداد زوال کو ہے اور تیس چالیس سالوں کے بعد اجتماعی استبداد بھی رُخصت ہو جائے گا۔ حمیتِ اسلامی جاگ اُٹھے اور مذموم اخلاق کے رسوا کن نتائج سے آگاہی ہو جائے تو اس رکاوٹ کا بھی خاتمہ ہو سکتا ہے۔

٨-اوّلین نظر میں اسلامی حقائق اور جدید علوم کے نتائج میں جو تھوڑا تضاد دکھائی دے رہا ہے وہ بھی غلبہ ءاسلام کی راہ میں رکاوٹ رہا ہے لیکن یہ رکاوٹ بھی دور ہو رہی ہے اور میں نے اپنے رسالہ "المعجزات القرآنیہ" میں اس تضاد کو دور کیا ہے اور مختلف محققین اسلام کی اس میدان میں قابل قدر خدمات رہی ہیں۔[22]

اسلام-اقتصادی خوشحالی کا ضامن

استاد بدیع الزماں نورسی نے قرآن کے معجزہ ہونے کو متعدد مقامات پر مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن انبیاء کے معجزات کا تذکرہ کر کے انسانیت کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ ماضی کے یہ معجزات مستقبل میں ترقی سے رونما ہوں گے۔ وہ نوعِ بشر کو آواز دے رہا ہے کہ آئو! عمل اور جدوجہد میں لگ جائو تا کہ سلیمانd کی طرح دو مہینے کی مسافت ایک دن میں طے کر کے ان معجزات کی تکمیل کرو۔ حضرت عیسیٰd کی طرح مہلک اور مشکل ترین امراض کے علاج کی استعداد بہم پہنچائو۔ عصائے موسیٰ کی طرح چٹان سے پانی نکالو اور انسانیت کی پیاس بجھاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آگ کے مضر اثرات سے بچنے کے لیے لازمی مواد کی تحقیق و جستجو کرو۔ مشرق و مغرب کی دور دراز آوازوں اور تصویروں کو اخذ کرو۔ تا کہ بعض انبیاء کی طرح تم بھی انہیں دیکھ اور سن سکو۔ حضرت دائودd کی طرح لوہے کو آٹے کی طرح نرم اور موم بناؤ تا کہ تمام انسانی صنعتوں کے لیے وہ مرکز کا کام دے سکے۔ جس طرح تم گھڑی اور کشتی سے مختلف فوائد حاصل کرتے ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام کے معجزات سے استفادہ کرو اور ان کی تقلید میں انسانی صنعت اور ٹیکنالوجی کو ترقی دو۔ اس سے ہم یہ مفہوم اخذ کرتے ہیں کہ قرآن مادی و معنوی ترقی کی طرف انسانیت کی رہنمائی کرنے کے لیے ہمارے سامنے درس پیش کرتا ہے اور اپنے معلم ہونے کو تسلیم کراتا ہے۔[23] نورسی کے نزدیک اسلام کے روشن مستقبل کی دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ مادی ترقی اور دنیاوی خوش حالی کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانچ قوتیں عالم اسلام کی معنوی شخصیت کے قلب میں مجتمع ہیں اور ان قوتوں کا ایسا زور اور دباؤ ہے کہ انہیں مغلوب و محکوم نہیں بنایا جا سکتا۔[24] انہوں نے اپنے مؤقف کو درج ذیل پانچ مختلف قوتوں میں تقسیم کر کے اس کو واضح کیا ہے:

”پہلی قوت وہ اسلامی حقیقت ہے جو تمام کمالات کی معلمہ ہے جس نے ساڑھے تین سو ملین مسلمانوں کو جسد واحد بنا رکھا ہے اور انھیں حقیقی تمدن اور صحت مند علوم وفنون سے مسلّح کر دیا ہے۔ اس قوت کا مقابلہ دنیا کی کوئی چیز نہیں کر سکتی نہ اسے شکست دے سکتی ہے۔ دوسری قوت وہ شدید ضرورت ہے جو تمدن اور تمام صنعتوں کی حقیقی معلمہ ہے۔ حاجت یا اختراع ہی وہ قوت ہے جس کے لیے تکمیل کے وسائل ومبادی مہیا ہیں۔ یہی حال فقر ومفلسی کا ہے جس نے ہماری کمر توڑ دی ہے۔ اس وقت کو ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے نہ اسے مغلوب بنایا جاسکتا ہے۔ تیسری قوت وہ شرعی وقانونی آزادی ہے جو انسانیت کو بلند مقاصد کی تحصیل اور اعلیٰ اقدار تک رسائی کے لیے مسابقت کے طریقوں کی تعلیم دیتی ہے جو ظلم واستبداد کو شکست وریخت سے دوچار کرتی ہے، جو علوی جذبات واحساسات کو برانگیختہ کرتی ہے اور حسد ورقابت، مکمل بیداری اور متنوع سرگرمیوں اور تمدنی کارناموں کے لیے انسان کو آمادہ کرتی ہے یعنی قانونی وشرعی آزادی کا مطلب ہے انسانیت کے شانِ شایان درجاتِ کمال کی طرف لپکنے، آگے بڑھنے اور جست لگانے کا جذبہ۔ چوتھی قوت ایمانی شجاعت ہے جس میں شفقت ومحبت کا آمیزہ بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ظالموں کے سامنے سر نہ جھکائے اور مظلوموں کو ذلیل نہ کرے۔ دوسرے لفظوں میں آمریت اور استبداد سے مصالحت نہ کرے اور مسکینوں پر تحکم نہ جتائے اور ان کے سامنے تکبر کا اظہار نہ کرے۔ یہ شرعی آزادی کی اہم ترین اساس ہے۔ پانچویں قوت اسلام کی عزت وشوکت یعنی اللہ کے کلمہ کی سربلندی ہے۔ ہمارے زمانہ میں اللہ کے کلمہ کی سربلندی مادی ترقی اور حقیقی تمدن پر موقوف ہے، کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہرگز نہ آئے کہ عالم اسلام عزت وشوکت اسلام کی حفاظت کر کے ایمان قطعی کا ادراک کرے گا۔ عالم اسلام کی معنوی شخصیت ہی مستقبل میں اس امر قطعی کو حاصل کر سکے گی۔ جس طرح ماضی میں اسلام کے خلاف تعصب کے خاتمہ، عناد وسرکشی کے استیصال اور عدوان وبغاوت کی بیخ کنی کے لیے تلوار ہی واحد ذریعہ تھی، اُسی طرح حقیقی تمدن، مادّی ترقی اور حق وصداقت کی معنوی تلواریں ہی مستقبل میں دشمنوں کو مغلوب کریں گی اور ان کی جمعیت کو منتشر کریں گی۔“[25]

اسلام کی مادّی ترقی وخوش حالی کی نوید سناتے ہوئے استاد نورسی نے یہ صراحت بھی کر دی کہ تمدن وثقافت سے مراد اس کے نفع بخش ومفید پہلو ہیں۔ بدقسمتی سے اس کے مضر اور نقصان دہ پہلوئوں کو بعض کم عقلوں نے محاسن تصور کر لیا ہے۔ ضرر رساں اور ہلاکت آفریں تمدن نے دو عالم گیر جنگیں برپا کیں اور پوری انسانیت لہولہان ہو کر رہ گئی۔ تمدن کے محاسن، اسلام کے فضل وبرکت کے ظہور ہی سے وجود میں آئیں گے۔ آج اہل یورپ جس تمدن وتہذیب پر ناز کرتے ہیں وہ ہدایت ونیکی کا منبع نہیں بلکہ ہوا وہوس، استبداد اور ناجائز مسابقت کا سرچشمہ ہے۔ استاد نورسی مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:”جب اہل ایمان کے سامنے مادّی ومعنوی ترقی کے یہ اسباب ووسائل موجود ہیں اور مستقبل میں خوش حالی وسعادت تک پہنچنے کے لیے ریلوے لائن کی طرح صراطِ مستقیم تیار ہے تو آپ مایوس کیوں ہوتے ہیں؟ عالم اسلام کی معنوی روح کو بے وقعت کیوں سمجھتے

ہیں؟ اور نامرادی کے عالم میں یہ کیوں تصور کرنے لگتے ہیں کہ "یہ دنیا اغیار کے لیے تو ترقی و خوش حالی کا گھر ہے اور مسلمانوں کے لیے پس ماندگی، بدحالی اور ذلت کا مسکن ہے؟ اس طرح کی سوچ بہت بڑی غلطی ہے جس کے ارتکاب سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے۔"[26]

وحدتِ اسلامی

استاد بدیع الزماں سعید نورسی نے اغیار کے اعلیٰ نقطہ ءِ نظر کی وضاحت میں، جو انہوں نے مسلمانوں سے اخذ واستفادہ کیا، اس کی ایک مثال پیش کی کہ آج ترقی یافتہ اقوام کا حال یہ ہے کہ اُن کے ہر فرد کا رُجحان یہ ہوتا ہے کہ "اگر مجھے موت آجائے تو کوئی حرج نہیں میری قوم کو ہر حال میں زندہ رہنا چاہیے کیوں کہ قوم زندہ رہے گی تو ہماری زندگی کی ضمانت بھی رہے گی۔" جب کہ مسلمانوں کی خود پرستی، خود انحصاری اور اپنی ذات میں مرتکز رہنے کا حال یہ ہے کہ بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی سے ایک مسلمان یہ اعلان کر دیتا ہے کہ "اگر میں پیاسا مر جاؤں تو بارش نہ ہو" اور یہ کہ "جو خوش حالی مجھے نصیب نہ ہو سکی وہ میرے بعد کسی کے مقدر میں نہ ہو" یہ سفلی مزاج اور فکر مسلمانوں کا ورثہ نہ تھی، یہ تو انہوں نے اغیار سے سیکھا۔ تثلیث کے فرزند، ان کا سارا اثاثہ اور ساری تہذیبی میراث لے اُڑے۔ اس طرح کا طرزِ فکر محض حماقت، دین سے غفلت اور کم علمی اور عقیدہ آخرت پر ایمان نہ رکھنے کا نتیجہ ہے۔[27]

استاد نورسی نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی ایک دوسری خوبی جسے اغیار نے اپنالیا، فرد اور معاشرہ اور دونوں کے درمیان ربط وتعلق کی تحدید کے نظریہ کو قرار دیا۔ ہر فردِ ملت کے مقدر کا ستارہ ہے اس کی قدر و قیمت متعین ہوتی ہے اس کے عزم و حمیت سے۔ اگر فرد کا عزم اور اس کی دلچسپی کا محور و مرکز معاشرہ ہے تو وہ معاشرہ مستحکم اور خود کفیل ہوتا ہے اور فرد اپنی قوم و ملت کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہوتا ہے۔ آج مسلمانوں میں ہوش مندی و بیداری کی کمی اور اغیار کے مضر اخلاق سے تاثر پذیری کا یہ نتیجہ ہے کہ ملت کے مقدس اور اعلیٰ تصور کے باوجود ہر فرد "نفسی، نفسی" کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ اُمت کے مفاد کی پروا نہیں کرتا بلکہ صرف اپنی ذاتی منفعت کے بارے میں فکر مند ہوتا ہے اور ہزاروں افراد کو ایک فرد کے مقابلے میں کھڑا کر دیتا ہے۔

شوریٰ کی اہمیت

استاد سعید نورسی نے اسلام میں شوریٰ کی اہمیت اور تمام معاملات میں مشورہ کے قرآنی حکم کو واضح کیا۔ ان کے بقول جس طرح افرادِ انسانی کے درمیان افکار وخیالات کا تبادلہ نتیجہ ہے باہمی مشاورت اور تاریخ کے اسباق سے استفادہ کا اور یہی سبب تھا انسانیت کی ترقی کا اور اُس ٹھوس بنیاد کا جس پر تمام علوم کی عمارت تعمیر ہوئی، اسی طرح ایشیا- جو سب سے بڑا براعظم ہے- کی پس ماندگی کا اہم ترین سبب شرعی شوریٰ کو نظر انداز کرنا اور اس سے بے توجہی برتنا ہے۔ نورسی کے نزدیک جس طرح افراد کے مابین مشاورت ناگزیر ہے اسی طرح مختلف گروہوں اور ممالک کے درمیان بھی مشاورت کا التزام واجب ہے۔ مسلمانوں کو جس قسم کے استبداد نے محصور بنا رکھا ہے اور ان کی عقل و فکر پر جو تالے پڑے ہوئے ہیں انہیں وہ شورائی نظام ہی کھول سکتا ہے

جس سے شرعی حریت اور آزادی جنم لیتی ہے۔ ایمان کے تخم سے پیدا ہونے والی اس شرعی آزادی کی دو بنیادیں نورسی نے دریافت کیں:

۱-انسان کسی کو ذلیل نہ بنائے اور خود ذلت برداشت نہ کرے، جو شخص اللہ کا بندہ ہو گا وہ انسانوں کی بندگی قبول نہیں کرے گا۔

۲- کوئی انسان کسی کو خدا کے سوا رب نہ تسلیم کرے یعنی جو شخص اللہ عزوجل سے ناواقف ہوتا ہے جو ہر چیز اور ہر فرد کی ربوبیت اور غلامی میں مبتلا رہتا ہے اور اسے اپنے سر پر مسلّط کرلیتا ہے۔[28]

ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ نورسی نے اسلام کے شورائی نظام پر اتنا زور کیوں دیا ہے اور عام انسانوں کی ترقی اور بطورِ خاص مسلمانوں کی سعادت وکامرانی کو مشاورت کے ساتھ مربوط کیوں کیا ہے؟ تو اس کے جواب کے لیے بھی ہمیں استاد نورسی کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا ہے۔ ان کے نزدیک اخلاص اور باہمی رابطہ سے جنم لینے والی مشاورت اُسی طرح کے نتائج پیدا کرتی ہے جس طرح تین الف مل کر ایک سو گیارہ کا عدد تشکیل دیتے ہیں۔ حقیقی تفاہم وتعاون اور اخوت وللّٰہیت کے ماحول میں تین آدمی اپنی قوم کے لیے سو آدمیوں کے برابر سود مند ثابت ہوتے ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بارہا دس افراد نے اخلاص ویک سوئی اور مشاورت وتعاون کی فضا میں وہ کارنامے انجام دیئے ہیں جو ہزار افراد کے بس سے باہر تھے۔[29]

خلاصۂ بحث

استاد نورسی نے اپنے موقف کی تائید میں نہایت صراحت کے ساتھ قرآن کریم سے استدلال کیا ہے اور وہ قرآن کی دلیل وبرہان ہی کو فیصل تسلیم کرتے ہیں مگر یہ دلیل وبرہان راہبوں اور درویشوں کی تقلید میں مبتلا نہیں ہے بلکہ ایمان حقائق سے معمور ہے۔ مستقبل میں عقل وعلم ہی کی حکومت ہو گی اور قرآن کے احکام ہی نافذ العمل ہوں گے کیوں کہ قرآن کی بنیاد عقل، منطق اور برہان پر ہے۔ آفتاب اسلام کو جن بدلیوں نے ڈھانپ لیا تھا وہ اب چھٹ رہی ہیں۔ چالیس سالوں سے طلوع فجر کے آثار ہویدا ہیں یہ ۱۳۷۱ھ میں صبح صادق طلوع ہوا چاہتی ہے اگر یہ فجر کاذب ہوئی تو تیس چالیس سالوں کے بعد فجر صادق کے نمودار ہونے کو کوئی روک نہیں سکے گا۔ استاد نورسی قرآنی تفسیر وتوضیح میں عموماً فہم وادراک کی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس طرح سمجھاتے ہیں کہ معاملہ کے تمام پہلو عیاں ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔

References

[1] Al-Baqara, 2:209
[2] Al-Qasas, 28:50
[3] Yaseen, 36:68
[4] Al-Ghasheya, 88:17
[5] Al-Nisa, 4:82
[6] Al-Hashar, 59:2
[7] Badi-u-Zaman Al-Nursi, *Al-Khutaba-tul-Shamia,* Ta'reeb: Prof. Asim Al-Husaini, Junia, Labnan: Al-Matba Tul Bolastia, 1974, P: 37,38.
[8] Al-An'am, Al-Kahf, Saba, Fatar

[9] Al-Kifaji, Ahmad Bin Muhammad, *Hashia tu Shahab Alaa Tafsir Al-Bedhavi, Al-Muasammat: Enayatul Qazi Wa Kifayatu Razi Alaa Tafsir Al-Bedhavi,* Dara Sader, Beirut, 3: 307.

[10] Purpose of a Thing.

[11] Al-Zaryat 51: 56

[12] Al-Ajlobi , Ismaeel Bin Muhammad, *Kashf ul Khifa Wa Mazeel ul Ilbas-u-Shair Min Ahadith Ala Alsina tun Nas,* Maktaba tul Qudsi, Al-Qahira,1351Hj, 2: 132.

[13] Badi-u-Zaman Al-Nursi, *Al-Isharat ul Aijaz Fi Mazabnil Ejaz,* Translated by: Ehsan Qasim Salhi , Shirka Sozlar, 3rd Edition 2002, 26,27.

[14] Al-Inam, 6:90

[15] Tirmizi, Abu Esa Muhammad Bin Esa, Al-Imam, *Al-Jame-o-Tirmizi,* Tahqiq: Ahmad Shakir, Dar Ehya-o-Turas ul Arabi, Beruet, Kitabul Fitan, Bab Fi Lazom-ul-Jama'a.

[16] Al-Nisa, 4:69

[17] Badi-u-Zaman Al-Nursi, *Al-Isharat ul Aijaz Fi Mazabnil Ejaz,* 39

[18] Al-Baqara, 2: 2

[19] Al-Alosi, Mahmood Bin Abdullah, *Roh-ul-Al-Ma'ani Fi Tafsir-ul-Quran-ul-Azim Wa Sub-ul-Masani,* Dar–ul-Kutub-ul-Ilmia, 6:361.

[20] Al-Ambia, 21:46.

[21] Badi-u-Zaman Al-Nursi, *Al-Isharat ul Aijaz Fi Mazabnil Ejaz,* 58

[22] Badi-u-Zaman Al-Nursi, *Al-Khutaba-tul-Shamia,* P: 39,40.

[23] Ibid.

[24] Al-Nursi, *Al-Isharat ul Aijaz Fi Mazabnil Ejaz,*41.

[25] Al-Nursi, *Al-Isharat ul Aijaz Fi Mazabnil Ejaz,*49.

[26] Al-Nursi, *Al-Isharat ul Aijaz Fi Mazabnil Ejaz,*54.

[27] Al-Nursi, *Al-Isharat ul Aijaz Fi Mazabnil Ejaz,*70.

[28] Al-Nursi, *Al-Isharat ul Aijaz Fi Mazabnil Ejaz,*72-75.

[29] Al-Nursi, *Al-Isharat ul Aijaz Fi Mazabnil Ejaz,*59.